شذرات

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ لیبیا کی آزادی کے مسئلے پر اقوام متحدہ میں پاکستان نے خاص جدوجہد سے کام لیا تھا۔ اس لیے لیبیا کی آزادی سے لے کر آج تک ان دو مسلم ممالک کے باہمی تعلقات دو بھائیوں کی طرح چلے آرہے ہیں۔ پھر ان تعلقات کو مزید مستحکم اور قریبی کرنے کے لیے قائدِ عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو اور جناب کرنل معمر قذافی نے جس خاص سعی وجہد سے کام لیا اس نے ان دو ملکوں کو ایک دوسرے کے اور قریب کردیا۔ آج بیسیوں پاکستانی انجینئر اور دوسرے سائنس دان اور مزدور پیشہ لوگ لیبیا کی تعمیر اور ترقی کے لیے وہاں سرگرم عمل ہیں۔ یہ تعلقات دونوں ملکوں کی آئندہ خوش حالی اور ترقی کی ضمانت پیش کررہے ہیں۔ جناب بھٹو وزیر اعظم پاکستان اور جناب کرنل قذافی دونوں بحمداللہ نوجوان ہیں۔ دونوں کی سیاسی بصیرت اور شہرت عالم اسلام میں مانی ہوئی ہے۔ لاہور کی سربراہی کانفرنس کے موقعہ پر جناب بھٹو نے پاکستان کو عالمِ اسلام کے جس طرح قریب کیا اس کی مثال پہلے نہیں ملتی۔ تعلقات کی اس استواری کا یہ نتیجہ بھی سمجھنا چاہیے کہ جناب بھٹو نے تقریباً اسّی نوّے سال سے ختمِ نبوّت کا اُلجھا ہوا مسئلہ حل کرکے پاکستان میں رسولِ اکرم کی عزّت ووقار کو ثابت کرکے دکھلایا۔ اس سے قبل کسی پاکستانی حکومت کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ جناب بھٹو کا یہ ایک ہی اسلامی کارنامہ ایسا تھا کہ ان سے مزید باز پرس کی ضرورت نہ تھی۔ مگر کون سمجھائے ملک کے مالی اور علمی سرمایہ داروں کو کہ وہ ملک میں خواہ مخواہ انتشار پھیلا کر ملک کی جڑیں کھوکھلی کررہے ہیں۔ نئی خبر آئی ہے کہ لیبیا جمہوریت کی طرف پیش قدمی کررہا ہے اور یہ خبر پاکستان۔ جیسے

جمہوری ملک کے لیے مسرت کا باعث ہے۔ لیبیا افریقا کے صحرائے اعظم کا شمالی حصہ ہے جو مصر کی مغربی سرحد پر واقع ہے اور تونس کی مشرقی سرحد تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ ملک تین حصوں میں بٹا ہوا ہے اور ان میں صحرائے اعظم کی پہنائیاں حائل ہیں۔ مشرقی نصف میں "سری نیکا" پڑتا ہے۔ اس میں ایک سطح مرتفع پر "اقدار" اور "بنغازی" شہر واقع ہے۔ دوسرا حصہ طرابلس ہے جو سرے نیکا سے چارسو میل پر واقع ہے۔ اس علاقے کے ساحلی خطوں پر انسانی آبادی کا ایک طویل سلسلہ چلا گیا ہے۔ اس کا صدر مقام ٹریپولی یا طرابلس ہے۔ تیسرا علاقہ لیبیا کے جنوب مغربی حصے میں واقع ہے جس کا نام "فیزان" ہے اس میں بہت سے کھجوروں کے باغات ہیں۔ یہ علاقہ پہلے دو علاقوں سے چھوٹا ہے۔

لیبیا کا رقبہ تو کافی بڑا ہے جو چھ لاکھ پچاسی ہزار مربع میل ہے مگر آبادی بہت کم ہے، کیوں کہ بارش صرف ساحلی علاقوں میں ہوتی ہے اور آبادی کا مدار اسی پر ہے۔ باقی ملک صحرائی ہے اور اس میں لق و دق ریگستان پھیلا ہوا ہے۔

۱۹۱۱ء تک لیبیا ترکی کی وسیع مملکت میں شامل تھا۔ بعد میں ترک سلطنت یورپی جنگجوئیوں کی وجہ سے کمزور ہونے لگی تو کسی اشتعال کے بغیر اٹلی نے لیبیا پر حملہ کر دیا اور اس نے خوں ریز لڑائی کے بعد سرے نیکا اور طرابلس پر قبضہ جمالیا۔

یہ بات قابل فخر ہے کہ ۱۹۱۲ء والی اس لڑائی میں ترکوں اور عربوں کی جانب سے ایک سندھی پاکستانی نوجوان بھی لڑتے لڑتے شہید ہوا جس کا نام شیخ عبدالکریم حیدرآبادی تھا۔

شیخ عبدالکریم حیدرآباد سندھ کے عامل خاندان کے شیخ عبدالرحیم کا سب سے چھوٹا بھائی تھا۔ شیخ عبدالرحیم صاحب نے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کے مبلغ اور جنگ آزادئ وطن کے بڑے فعال کارکن بن گئے تھے۔ دوسرے نمبر پر ان کا بھائی آل انڈیا کانگریس کا صدر رہا۔ ریشمی رومال کے مقدمہ میں بھی شیخ عبدالرحیم ملوث تھے جو بعد میں فرار ہو گئے۔ شیخ عبدالکریم ۱۹۱۱ء میں مسلمان ہوئے اور اس وقت ان کی عمر بمشکل کوئی

اٹھارہ انیس سال کی تھی۔ اخبارات میں اٹلی کے عربوں پر مظالم کی خبریں چھپتی تھیں۔ شیخ عبدالکریم نے اپنے بڑے بھائی شیخ عبدالرحیم سے کہا کہ میں ان خبروں پر صبر نہیں کرسکتا۔ میری ایمانی قوت مجھے پکار کر کہہ رہی ہے کہ میں رائفل لے کر شہر میں نکل پڑوں اور جہاں بھی کوئی یورپی سامراجی نظر آئے تو اس کو نشانہ بناؤں۔ شیخ عبدالرحیم صاحب اپنے بھائی کی یہ حالت دیکھ کر دہلی چلے گئے اور مولانا محمد علی جوہر سے مشورہ کیا۔ مولانا نے ان کو مشورہ دیا کہ اس نوجوان کو افغانستان بھیج دو۔ شیخ صاحب نے دہلی سے واپس آتے ہی اپنے چھوٹے بھائی کو افغانستان بھیج دیا۔ شیخ عبدالکریم سندھی افغانستان سے ترکی پہنچا اور وہاں ترکی کی فوج میں شامل ہو کر طرابلس گیا اور طرابلس میں مسلمانوں کی حمایت میں اٹلی کی افواج سے لڑکر شہید ہوگیا۔

اٹلی کے طرابلس پر قبضے کے بعد عرب قبائل نے فرقہ سنوسیہ کے شیوخ کے زیر قیادت اٹلی کا سخت مقابلہ کیا اور مزاحمت برابر بیس سال تک متواتر چلتی رہی۔ چار جنوبی نخلستان اوجلہ، جالو، جغبوب اور کفرہ کافی مدت تک سنوسیوں ہی کے قبضے میں رہے اور اطالوی سامراج کے خلاف بغاوتیں ہوتی رہیں۔ سنوسی تحریک کے آخری خود مختار شیخ احمد سنوسی تھے جن کا ۱۹۳۳ء میں انتقال ہوا۔ مسولینی ڈکٹیٹر کے دور میں سنوسیوں پر بڑے مظالم ڈھائے گئے۔ ۱۹۳۷ء میں مسولینی نے لیبیا کا دورہ کیا اور اس موقعہ پر بری و بحری قوت کی نمائش کی گئی، ہزاروں عرب قبائل کو بھاگ کر تیونس جانا پڑا۔ ۹ جنوری ۱۹۳۹ء کو لیبیا کے چار صوبے اٹلی حکومت میں شامل کر کے لیبیا کو مکمل تباہ اور غلام بنایا گیا۔

دوسری جنگ عظیم میں ان تمام قبائل نے جو لیبیا سے مصر میں آکر سکونت پذیر ہوگئے تھے اتحادیوں کا ساتھ دیا اور ڈٹ کر اٹلی کا مقابلہ کیا جس کے نتیجے میں یورپی ممالک کی بھی ان کے ساتھ کچھ ہمدردی پیدا ہوگئی۔ جب لیبیا کا مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش ہوا تو پاکستان اور دوسرے ممالک اسلامی نے اس مطالبے پر اصرار کیا کہ لیبیا کی وحدت برقرار رکھ کر اس کی آزادی کو مان لیا جائے۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ مقررہ تاریخ سے بھی پندرہ روز پہلے لیبیا کی آزادی کا اعلان کیا گیا اور ملک کی باگ ڈور اہل ملک کو سونپ دی گئی۔